حافظ مجاہد الرحمن مفتی

کامیابی و کامرانی کے راستے

زندہ رہنا ہو تو میر کارواں بن کر اور زمین کی پستیوں میں آسمان بن کر رہو۔ آدمی اپنی سرشت میں پوشیدہ احساس انا اور عملی کوتاہیوں کی تاویلات نیز طبعی خدوخال کے تقاضوں کے تحت اکثر یہ سوچنے لگ جاتا ہے کہ وہ ہر طرح آزاد ہے۔ یہ انداز فکر اس حد تک تو درست ہے کہ انسان کسی لگے بندھے ضابطوں کا نہ تو بنتاً غلام ہے اور نہ ہی حاکم، باشعور تو وہ ہے جو وقت اور حالات کے تقاضوں کا کھلی آنکھوں اور اللہ کی عطا کردہ بصیرتوں سے کام لیکر جیسے بھی حالات و کیفیات سے دوچار ہونا پڑے اپنی صلاحیتوں اور پر عزم حوصلوں سے ہم آہنگی کے رشتے جوڑتا چلا جائے۔ روشن کردار اور محنت و مشقت کے بل بوتے پر اپنی منزلِ مقصود کی جانب چل پڑے۔ یہاں تک کہ دشوار پسندی اس کا مشرب اور فطرت ثانیہ بن جائے۔

ہر اک مقام سے ہو کر گزر گیا مہ تو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

بلاشبہ حصولِ مقصد کی جادہ پیمائی پھولوں کی سیج نہیں۔ اس کے لئے خود کو پر خار وادیوں سے بھی گذارنے کے لئے آمادہ رکھنا پڑتا ہے۔ کشتی کو باد مخالف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حوصلہ شکن حالات بھی اپنا رنگ جمانے میں پیچھے نہیں رہتے لیکن عزم جواں کے سامنے انکی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔

آسانیوں کی راہ سے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر

جب دل میں یقین جاگزیں ہو کہ
صبح اک زندہ حقیقت ہے، یقیناً ہو گی اور وہ کونسی شب ہے بھلا جس کی سحر نہ ہو تو آنکھوں میں امید کی چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انسان اپنے پر کشش مقصد کے حصول کے لئے غایت درجہ دشوار گذار راستوں میں بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ آج بھی صحارہ کے ریگستانوں میں تیل کے کنویں، کینیڈا کی ویران اور اجاڑ برفیلی سطحوں سے یورنیم کا حصول اور جنوبی امریکہ میں ۴۷۵۰ میٹر اونچے حصوں کی کھدائی انسان کی سخت جانی کی زندہ مثالیں ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھ جانے والوں کے لئے عبرت و بصیرت کا سامان فراہم کرتی نظر آتی ہیں۔

توفیق کسی کی میراث نہیں۔ پس جس کا بھی یہ ایقان ہو کہ دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے، تو مردِ خدا اللہ کا نام لیکر اور کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور مقصد کے حصول میں جت جاتا ہے۔

(بقیہ صہ ۶۳ پر)